ارشادات

مصلح وقت عارف باللہ حضرت ڈاکٹر ملپا علی صاحب مدظلہ

(بانی، سرپرست، اولین ناظم وصدر جامعہ اسلامیہ بھٹکل)

اس کتاب میں حضرت مدظلہ کے قیمتی ارشادات اور اس کی اہمیت وافادیت، حضرت کے چند امتیازی خصوصیات اور سلسلے بیعت، صحبت صالح کی ترغیب اور تاثیر کو بہت ہی آسان اور دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

تالیف

محمد ضیاء الحق جامعی ندوی بھٹکلی

(سابق امام حمزہ جمعہ مسجد)

ناشر

فلاح دارین ایسو سی ایشن بھٹکل

نام کتاب	:	ارشادات ڈاکٹر ملپا علی صاحب مدظلہ
مؤلف	:	محمد ضیاء الحق جامعی ندوی بھٹکلی
کمپوزنگ	:	**قاسمی کمپوٹر سلمان آباد بھٹکل**
طبع اول	:	۲۳ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۷ نومبر ۲۰۱۳ء
تعداد	:	
قیمت	:	....

ملنے کا پتہ

فلاح دارین ایسوسی ایشن، حمزہ نگر جالی روڈ بھٹکل

فہرست مضامین

انتساب

بنام

آپ کے والد محترم جناب شہاب الدین بن محی الدین صاحب ملپا

آپ ایک شریف اور صاحب ثروت انسان تھے۔آپ کا شمار اس دور کے صاحب ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔آپ کا ممبی میں کاروبار تھا اللہ تعالی نے آپ کو سخاوت اور مہمان نوازی کی خاص صفت سے نوازا تھا۔آپ کے دوست احباب کو جب بھی ممبی جانا ہوتا تو آپ ہی کے مکان پر اترتے تھے اور آپ ان کی بڑی خوشدلی سے مہمانوازی کرتے تھے۔اسی لئے آپ کی مہمانوازی بہت مشہور تھی۔اللہ تعالی نے آپ کو مال کے ساتھ سخاوت کی دولت سے نوازا تھا۔اللہ تعالی آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کے درجات بلند کرے۔آمین

آپ کی والدہ محترمہ خیر النساء صاحبہ

جن دونوں کے وجود سے اللہ تعالی نے آپ کو وجود بخشا،اللہ تعالی مرحومین کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے،اور اپنی خصوصی نظر عنایت سے نوازے۔آمین

آپ کے ماموں محترم محمد حسین صاحب مرحوم

جن کی حسن تربیت اور پرورش سے آپ پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

الحمد لله رب العالمين، و الصلاة و السلام على سيد المرسلين خاتم النبيين سيدنا محمد ،و على آله و صحبه الغر الميامين و من تبعهم باحسان الى يوم الدين ـأ ما بعد:

شہر **بھٹکل** صوبہ کرناٹک کے ساحلی علاقہ کا اہم شہر ہے،اس کی اہمیت خاص طور پر اس لیے بھی ہے، کہ یہاں مسلمانون نے تجارت اور کاروبار میں اپنا اچھا مقام بنالیا ہے،اور یہ اپنی سماجی زندگی کو بھی ایک نظام کے تحت کررکھا ہے،ان کے زیادہ تر لوگ قدیم عربی نسل سے نسبت کی بنیاد پر خاندانی طور پر نوائطی کہلاتے ہیں،صوبہ کرناٹک کی زبان کنڑی ہے،اس کے ساتھ ساتھ نوائطی لوگوں نے اپنی زبان نوائطی کو بھی قائم رکھا ہے، جو کہ وہ آپس میں استعمال کرتے ہیں،ان لوگوں میں دنیاوی ترقی اور نظم وضبط کے ساتھ دینی زندگی کا بھی خاصا لحاظ پایا جاتا ہے،اس کے ایک بڑا سبب ان کی بٹری درسگاہ جامعہ اسلامیہ ہے، جو یہاں کے محترم اسلاف نے پچاس سال قبل قائم کیا، جس سے پڑھ پڑھ کر علماء کی خاصی تعداد میدان عمل میں آئی ہے،اور ان کے ذریعہ دینی رجحانات اور کردار کو خصوصی مدد ملی۔

جامعہ کا قیام جن اسلاف کی فکرمندی سے ہوا،انھیں میں (خصوصا حضرت الحاج) ڈاکٹر ملپا علی صاحب (مدظلہ) بھی ہیں،اور ان کی سرپرستی جامعہ کو تا حال

حاصل ہے،ڈاکٹر صاحب کی متعدد خصوصیات ہیں ان کی بڑی خصوصیت ان کا جذبہ اصلاح وارشاد اور دینی فکر مندی ہے، جو نہ صرف جامعہ بلکہ پورے شہر بھٹکل کو ان کی نصیحتوں کا فیض پہونچتا ہے، وہ عمر وصحت کے لحاظ سے اگرچہ کمزور ہو گئے ہیں، لیکن اہل بھٹکل کی دینی اصلاح ودینی ترقی کی برابر فکر رکھتے ہیں، ان کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی رحمۃ اللہ علیہ سے رہا ہے، اور جس طرح حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ میں ہمہ وقت دینی جذبہ وعمل پیدا کرنے کا اہتمام تھا، اور اپنے ملاقاتیوں کو دینی درستگی اور ترقی کی نصیحت کرتے تھے، اس کی بڑی جھلک ڈاکٹر ملپا صاحب (مدظلہ) میں بھی ملتی ہے، ہمہ وقت مفید اور ضروری نصیحت کا اہتمام، اور اپنی مجلسوں سے اہل بھٹکل کو برابر نصیحت کرتے رہنے کا التزام ہے، ان کی مجلسوں کو ان کے ہی پوتے نے جمع کر کے قلم بند کیا ہے، اور کتابچہ کی شکل میں پیش کر رہے ہیں، ان کا یہ عمل نہ صرف مفید ہے، بلکہ لائق قدر دانی ہے، جن حضرات کو حضرت ڈاکٹر صاحب (مدظلہ) سے ملنے کا موقع نہیں ملا ہے، ان کو اس کتابچہ کے ذریعہ ان کی شخصیت اور ان کی دینی سرپرستی کا اندازہ ہوگا، ڈاکٹر صاحب بھٹکل کی چندگنی چنی شخصیتوں میں سے ہیں، اور اہل بھٹکل کے لیے یہ نہایت قیمتی سرمایہ ہیں، اللہ تعالی تادیر ان کا سایہ قائم رکھے، اور ان کا فیض عام فرمائے۔آمین۔

محمد رابع حسنی ندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۴۳۳/۹/۲۱ھ
۲۰۱۲/۸/۹ء

عرض مؤلف

الحمد لله تلطف بعبا ده فتعبد هم بالنظا فة،وأفاض على قلوبهم تزكية لسرائر هم أنواره وألطافه،وأعدلظواهرهم تطهيرا لها الماء المخصوص بالرقة والطافة،و صلى الله على النبى محمد المستغرق بنور الهدى أطراف العالم وأكنافه،و على آله الطيبين الطاهرين صلاةتنجينا بركاتها يوم المخا فة،و تنتصب جنة بيننا و بين كل آفة۔أما بعد

اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء پر بھی افضلیت اور فوقیت عطا فرمائی۔اور آپ کو پوری کائنات کا سردار بنایا اور ہر قسم کے تمام ظاہری اور باطنی نقائص سے پاک کیا اور ہر خیر کے دروازے کھول دئے ساتھ ساتھ دنیا کے تمام آرائش وآرام کے اسباب فراہم کئے مگر آپ ﷺ نے اس کو اختیار نہیں کیا، بلکہ سادہ زندگی بسر کرنے کو پسند فرمایا۔اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے اندر فطری اور بشری تمام تقاضے پورا کرنے کی صلاحیت رکھی تھی آپ ﷺ نے اس کا پورا حق ادا کرتے ہوئے زندگی بسر کی اس کے ساتھ آپ ﷺ روحانیت اور تقوی کے اعلی مقام پر فائز تھے۔اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی امت میں بھی ایسے سیکڑوں متقی اور پرہیزگار اشخاص پیدا فرمائے پہلی امتوں میں جن کی کی نظیر نہیں ملتی ان کو روحانی طاقت اعلی درجہ کی عطا فرمائی یہ سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا۔انہیں میں مصلح وقت عارف باللہ حضرت الحاج ڈاکٹر علی ملپا صاحب مدظلہ کی ذات گرامی ہے۔آپ کا شمار دور حاضر کے ان برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے جن کا وجود اپنی قوم اور علاقے

کے لئے قابل فخر اور باعث رحمت ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کو گوناگوں صفات سے نوازا ہے۔ آپ کے اندر وہ تمام ولیانہ صفات موجود ہیں جو ایک حقیقی اللہ والے میں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالی نے آپ کو باطنی اور روحانی قوت اعلی درجے کی عطا فرمائی ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالی کا استحضار سوار رہتا۔ امت کی اصلاح کی فکر اور اس کے لئے عملی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اسی اصلاح اور دینی مزاج پیدا کرنے کے خاطر درس وتعلیم کا سلسلہ بعد نماز عشاء وعصر مختلف مساجد میں شروع فرمایا اس کے بہت اچھے اثرات نظر آئے عوامی اعتبار سے لوگوں میں دینی مزاج اور دین کی بات سمجھنے کی فکر پیدا ہوئی۔ اس کی برکت سے آج تک بعد نماز عصر اور بعد نماز فجر کتابی درس کا سلسلہ تمام مساجد میں جاری ہے۔ آپ قرآن پاک کی آیت **ادع الی سبیل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنه:** کے حکم پر کامل طور پر عمل پیراہ تھے۔ آپ کی اصلاحی جدو جہد اور کوشش کا مقصد صرف اللہ رب العزت کی طرف لوگوں کے ذہنوں کو متوجہ کرنا، بندے اور خالق کے درمیان رشتہ استوار کرنا، ان کے اندر عمل کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ کسی تحریک یا جماعت یا مکتب فکر سے وابستہ کرنا آپ کے مقاصد میں شامل نہیں ہے۔ صرف اللہ کے لئے بلانا یہ ان کا خاص امتیازی وصف ہے۔ عصر حاضر کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے قیام بھی آپ کی محنتوں اور اصلاحی کاوشوں کا مجسم نمونہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے وہ عظیم دینی تعلیمی انقلاب برپا کیا جس کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی ہے۔ اس وسیع تاریخی انقلاب سے پورے خطے میں بڑے پیمانے پر مدارس کا سلسلہ جاری ہوا۔ یہ صرف آپ کے اخلاص اور مسلسل فکر وکوشش کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالی جامعہ کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور

حضرت ڈاکٹر صاحب کے لئے ذخیرے آخرت بنائے۔ آمین

آپ کے سامنے یہ آپ کے قیمتی ارشادات کو اپنے اندر سموے ہوے جن کو میں وقتا فوقتا آپ سے جو مختصر مجموعہ ہے سنتا تھا جب بھی جانے کا موقعہ میسر ہوتا کبھی کبھار راقم سے بطور نصیحت ارشاد فرماتے یا مطلقا ارشاد فرماتے۔ اچانک دل میں اللہ تعالی نے بات ڈالی کہ حضرت کے قیمتی ارشادات کو قلمبند کروں تاکہ اس کا نفع وسیع اور عام وخاص ہو جس کے ذریعہ آدمی اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرے اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جس کا ہر انسان محتاج ہے۔ اللہ تعالی قوم پر آپ کا سایہ تادیر سلامت رکھے اور قوم کو زیادہ سے زیادہ قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میں سب سے پہلے اللہ تعالی کا شکر گذار ہوں جس نے میری بھر پور مدد و نصرت فرمائی۔ اس کے بعد میں حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ کا شکر گذار ہوں جنہوں نے میری حقیر درخواست کو قبول فرما کر اپنی تقریظ سے اس رسالہ کو زینت بخشی، اللہ تعالی حضرت کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور آپ کی عمر کو دراز کریں۔ پھر میں ان لوگوں کا بھی شکر گذار ہوں جنہوں نے اس سلسلہ میں میرا مکمل تعاون کیا خصوصا رفیق محترم مولانا عبد العلیم صاحب جامعی ندوی، مولانا عبد الحسیب صاحب جامعی ندوی اور عزیزی مولوی محمد حسن گوائی جامعی، اللہ تعالی ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

محمد ضیاء الحق جامعی ندوی بھٹکلی بن مولانا محمد شفیع صاحب قاسمی

۲۹؍شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰؍ستمبر ۲۰۱۲ء

ارشادات کی اہمیت

بزرگوں اور صالحین کے ارشادات و نصائح کے قلمبند کرنے کا رواج خیر القرون سے چلا آرہا ہے۔ ہر زمانے میں علمائے کبار و مصلحین کے ماننے والے اوران کے متعلقین اپنے اسلاف کے اقوال اور ہدایات ونصائح کو اپنے اپنے انداز میں لکھتے آرہے ہیں۔ان ارشادات اور اقوال کے قلمبند کرنے کا مقصد ان حضرات تک اس کو پہنچانا ہوتا ہے،جن کو ان مجالس میں بیٹھنے کے مواقع میسر نہ ہو سکے یا وہ اس مبارک دور کو نہ پا سکے۔

ان قیمتی ارشادات و نصائح میں وہ قیمتی گوہر پوشیدہ ہوتا ہے۔جس سے پڑھنے والے کی زندگی بدل جاتی ہے۔اللہ تعالی کا خوف غالب آجاتا ہے۔اس کے نتیجے میں عمل صالح کا شوق پیدا ہوتا ہے۔اور آخرت کی زندگی کا استحضار ہمیشہ سوار رہتا ہے۔

چوں کہ یہ ایسے لوگوں کے ملفوظات اور نصائح ہوتے ہیں جو خود اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کر چکے ہوتے ہیں اور مکمل اخلاق نبوی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں دل منور ہوتا ہے۔روحانی اور نبوی نسبت سے آراستہ ہوتے ہیں اس لئے ان کے ارشادات اور نصائح میں بھی بڑی تاثیر ہوتی ہے جس طرح کے بیان کرنے والے کے الفاظ میں قوی تاثیر ہوتی ہے جو سامع کو متاثر کر دیتا ہے اور اس کے دل کی کایا پلٹ جاتی ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وشمائل کے تذکرے میں آپ ﷺ کی مجالس کا تفصیل سے تذکرہ ملتا ہے لکھا ہے :

آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ،اوصاف کریمہ اور خصائل شریفہ کا ذکر ہند بن ابی ہالہ

نے بہت ہی جامع اور بلیغ انداز میں کیا ہے،ان کے الفاظ یہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ہر وقت آخرت کی فکر میں اور امور آخرت کی سوچ میں رہتے،اس کا ایک تسلسل قائم تھا کہ کسی وقت آپ کو چین نہیں ہوتا تھا،اکثر طویل سکوت اختیار فرماتے،بلا ضرورت کلام نہ فرماتے گفتگو کا اغاز فرماتے تو دہن مبارک سے اچھی طرح الفاظ ادا کرتے،آپ ﷺ کی گفتگو اور بیان بہت ہی صاف ،واضح ،اور دوٹوک ہوتا،نہ اس میں غیر ضروری طوالت ہوتی نہ زیادہ اختصار فرماتے،آپ ﷺ نرم مزاج اور نرم گفتار تھے،درشت خو اور بے مروت نہ تھے،نہ کسی کی اہانت کرتے تھے،اور نہ اپنے لئے اہانت پسند کرتے تھے۔آپ طبعا بدکلامی اور بے حیائی و بے شرمی سے دور تھے اور تکلفا بھی ایسی کوئی بات آپ ﷺ سے سرزد نہیں ہوتی،بازاروں میں آپ کبھی آواز بلند نہ فرماتے،برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے،بلکہ عفوودرگذر کا معاملہ فرماتے،آپ نے کسی پر کبھی دست درازی نہ فرمائی۔اپنی زبان مبارک محفوظ رکھتے،اور صرف اسی چیز کے لئے کھولتے،جس سے آپ کو کچھ سروکار رہتا،لوگوں کی دلداری فرماتے،اوران کو متنفر نہ کرتے،لوگوں کے بارے میں محتاط تبصرہ کرتے،بغیر اس کے کہ اپنی بشاشت اور اخلاق سے ان کو محروم فرمائیں،اپنے اصحاب کے حالات میں برابر خبر رکھتے،لوگوں سے لوگوں کے بارے میں دریافت کرتے رہتے،اچھی بات کی اچھائی بیان کرتے اوراس کو قوت پہنچاتے،بری بات کی برائی بیان کرتے اوراس کو کمزور کرتے،آپ کا معاملہ معتدل اور ایکساں تھا،اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا تھا۔آپ ﷺ کے قریب جو لوگ رہتے تھے وہ سب سے اچھے اور منتخب ہوتے تھے،آپ ﷺ کی نگاہ میں سب سے

زیادہ افضل وہ تھا، جس کی خیر خواہی اور اخلاق عام ہو، سب سے زیادہ قدر و منزلت
اس کی تھی، جو غمخواری و ہمدردی اور دوسروں کی مدد اور معانت میں سب سے آگے
ہو، خدا کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہوتے، اور خدا کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھتے۔ اگر
کوئی شخص آپ کو کسی غرض سے بٹھا لیتا یا کسی ضرورت میں آپ سے گفتگو کرتا تو
نہایت صبر و سکون سے اس کی پوری بات سنتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنی بات کر
کے رخصت ہوتا، اگر کوئی شخص آپ سے کچھ سوال کرتا اور کچھ مدد چاہتا تو بلا اس کی
ضرورت پوری کئے واپس نہ فرماتے، یا کم از کم نرم و شیریں لہجہ میں جواب
دیتے، آپ کا حسن اخلاق تمام لوگوں کے لئے وسیع اور عام تھا، اور آپ ان کے حق
میں باپ ہو گئے تھے، تمام لوگ حق کے معاملے میں آپ کی نظر میں برابر تھے، آپ
کی مجلس علم و معرفت، حیا و شرم، صبر و امانت داری کی مجلس تھی، نہ اس میں آوازیں
بلند ہوتی تھیں، نہ کسی کے عیوب بیان کئے جاتے، نہ کسی کی عزت و ناموس پر حملہ
ہوتا تھا، نہ کمزوریوں کی تشہیر کی جاتی، سب ایک دوسرے کے مساوی تھے، اور صرف
تقوے کے لحاظ سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی تھی، اس میں لوگ
بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ رحم دلی، شفقت کا معاملہ کرتے تھے، حاجتمند کو
اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے، آپ ہمہ وقت کشادہ رو اور انبساط و بشاشت کے ساتھ ر
ہتے تھے، بہت نرم اخلاق اور نرم پہلو تھے۔ صرف وہ کلام فرماتے تھے، جس پر
ثواب کی امید ہوتی تھی۔ آپ سب سے زیادہ فراخ دل، کشادہ دل، راست گفتار،
نرم طبیعت اور معاشرت و معاملات میں نہایت درجہ کریم اور نرم تھے، جو پہلی بار
آپ کو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا، آپ کی صحبت میں رہتا اور جان پہچان حاصل ہوتی

تو آپ پر فریفتہ اور دلدادہ ہو جاتا، آپ کا ذکر خیر کرنے والا کہتا ہے کہ نہ آپ ﷺ
سے قبل میں نے آپ جیسا کوئی شخص دیکھا نہ آپ کے بعد۔ آپ بہت
خوددار و باوقار اور شان و شوکت کے حامل تھے، اور دوسروں کی نگاہ میں بھی نہایت
پر شکوہ، آپ کا روئے انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا، دمکتا تھا، باوجود
اس کے اللہ تعالی نے آپ کو اپنی رسالت، محبوبیت اور حسن انتخاب سے ونوازا
تھا، اور آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے تھے، آپ عبادت میں سب
سے زیادہ کوشاں اور اس کے سب سے شائق اور مشتاق تھے۔ جہاں تک درہم و
دینار اور دنیا کے مال و متاع کا تعلق ہے، الفاظ کا بڑے سے بڑا ذخیرہ اور اعلی درجہ
کی قادر الکلامی بھی آپ کی نگاہ اس کی صحیح حیثیت کو پوری طرح بیان نہیں کر سکتی،
اس لئے کہ آپ کے ایمانی اور ربانی مدرسہ کے بوریہ نشین، اور عرب و عجم میں ان
کے شاگردوں شاگرد اور خوشہ چیں بھی درہم و دینا کو حزف ریزوں اور ٹھکیروں سے
زیادہ وقعت نہیں دیتے تھے، اور ان کی زاہدانہ زندگی متاع دنیا کی بے وقعتی
دوسروں پر اپنا مال خرچ کرنے کا شوق اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دینے کا ذوق،
قدر کفاف پر قناعت، اور شان بے نیازی و استغناء کے جو واقعات تاریخی طور پر
ثابت ہیں، ان سے عقل انسانی حیران ہو جاتی ہے، جب آپ کے غلاموں کے
غلاموں کا یہ حال ہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ خود بدولت صلی اللہ علیہ وسلم جوان
سب کے امام و رہنما اور خیر و صلاح اور فضیلت و تقوی میں ان کے مربی اور معلم
تھے، ان کا حال اس معاملے میں کیا ہوگا۔ آپ کا ماثور و مشہور قول جس پر آپ حرف
بحرف عامل تھے، اور جو آپ کی پوری زندگی کا مرکزی نقطہ اور محور کہا جا سکتا ہے، یہ

ہے: **اللھم لا عیش الا عیش الآخرة** (متفق علیہ،صحیح ابن حبان،طبرانی) :اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔آپ وہ طرز معیشت یا معیار زندگی نہ صرف اپنے لئے ناپسند فرماتے تھے بلکہ اپنے اہل بیت کے لئے بھی اس کے روادار نہ تھے۔لیکن اس ذوق عبادت،اور سامان دنیا سے بے تعلقی،کمال زہد،اللہ تعالی کی طرف رجوع کامل،اوراس کے حضور آہ وزاری اور دعاو مناجات سے آپ کی خندہ جبینی ،حسن اخلاق ،شفقت و ملاحت دلداری ودلنوازی اور ہر شخص کواس کا جائز حق دینے اوراس کے مرتبہ وحیثیت کے مطابق سلوک کرنے میں کوئی فرق نہیں آتا تھا،اور یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ ان کو اس طرح جمع کرنا کسی دوسرے کے لئے ناممکن ہے۔آپ لوگوں میں سب سے زیادہ فراخ دل، نرم طبیعت اور خاندانی لحاظ سے سب سے زیادہ محترم تھے،اپنے اصحاب واکرام سے الگ تھلگ نہ رہتے تھے، بلکہ ان سے پورا میل جول رکھتے تھے،ان سے بات کرتے۔آپ نہایت درجہ نرم دل،محبت کرنے والے اور لطف و عنایت کے پیکر تھے،انسانی جذبات اور لطیف احساسات آپ کی سیرت میں بہترین اور حسین ترین شکل میں جلوہ گر تھے۔آپ بچوں پر بہت شفیق تھے،اوران سے بہت نرمی اور محبت معاملہ فرماتے تھے۔مسلمانوں پر آپ بے حد شفیق اور مہربان تھے،اور انکے احوال کی بہت رعایت فرماتے تھے،انسانی طبائع میں اکتاہٹ اور وقتی طور پر پست ہمتی یا تعطل پیدا ہوتا رہتا ہے اس کا برابر لحاظ رکھتے تھے۔اللہ تعالی نہ آپ کے سینے کو کینہ سے اور کسی کا برا چاہنے سے ہرطرح پاک کردیا تھا۔اللہ تعالی نے آپ کو جس اعلی درجہ کے اخلاق اوراعلی درجہ کی طبعی وخلقی موزونیت سے نوازا

تھا،وہ آنے والی صدیوں اور موجودہ نسلوں کے لئے معراج کمال ہے،اوراس کو ہم اعتدال فطرت،سلامت ذوق،لطافت شعور،توازن وجامعیت اورافراط وتفریط سے پرہیز سے تعبیر کرسکتے ہیں۔آپ تکلفات،ضرورت سے زیادہ زہد وتقشّف اور نفس کے جائز حقوق سے روگردانی سے بہت دور تھے۔خطرات وآزمائش میں سب سے آگے اور انعام واکرام میں سب سے پیچھے،اپنے اہل بیت،اہل وعیال اور قرابتداروں کے ساتھ آپ کا مستقل معاملہ اوراصول یہ تھا کہ جو آپ سے جس قدر قریب ہوتا،آپ خطرات اورآزمائش وں میں اس کو اسی قدر آگے رکھتے،اورانعام واکرام اور مال غنیمت کی تقسیم کا وقت اسی قدر پیچھے رکھتے۔آپ مکارم اخلاق، نوازش وکرم گستری اور تواضع میں ساری انسانیت کے امام ومقتداو پیشوا تھے،اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: **انك لعلی خلق عظیم** :بے شک آپ بہت عظیم اخلاق کے حامل ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی :میری تربیت اللہ تعالی نے فرمائی ہے،اور بہترین فرمائی ہے۔

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:**ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الا خلاق و کمال محاسن الا فعال**:اللہ تعالی نے مجھے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔عفوودرگذر،تحمل وبردباری،کشادہ قلبی اورقوت برداشت میں آپ کا جومقام تھا،وہاں تک اہل ذہانت اورشعراء کے خیال وتصور کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی۔آپ کی نوازش وکرم اور بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ دلداری اوراحسان کا ایک

نمونہ وہ تھا، جب منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کو قبر میں اتارا گیا آپ وہاں تشریف لائے، حکم دیا کہ اس کو قبر سے نکالا جائے، اس کے بعد آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنا لعاب دہن اس پر ڈالا اور اپنی قمیص مبارک اس کو پہنائی۔ اس شجاعت و بہادری کے ساتھ آپ بے حد نرم دل تھے، آپ کی آنکھیں بہت جلد نم اور اشکبار ہو جاتیں، کمزور لوگوں اور بے زبان جانوروں تک کے ساتھ آپ نرمی کا حکم فرماتے تھے۔ (نبی رحمت، ص ۵۶۵۔۶۰۸، شمائل ترمذی)

اسی سلسلے کی ایک کڑی عارف باللہ حضرت الحاج ڈاکٹر ملپا علی صاحب مدظلہ کی مجالس بھی ہے۔ آپ کی پوری زندگی اخلاق نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے، اتباع سنت کا کامل نمونہ ہے۔ آپ کی مجلس ظاہری تصنع اور تکلف سے بالکل پاک ہوتی ہے۔ سب کا خیال رکھا جاتا ہے۔ حتی الوسع بات کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سامعین کے اندر نشاط کو پیدا کرنے کے لئے مزاحیہ واقعات بیان کئے جاتے۔ اتنا ہی سمجھاتے جتنا کہ سامعین کی ساعت قبول کرے اور بات ان کے قلب و ذہن پر دستک دے کہ جس سے علم و عمل کے دروازے کھل جائیں۔

صحبت صالح قرآن اور حدیث کی روشنی میں

اللہ تعالی نے ہر چیز میں تاثر کا مادہ رکھا ہے۔ انسان ہو یا جنات، حیوان ہو یا جمادات یا نباتات غرض ہر چیز میں تاثیر رکھی ہے۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ یا کسی میں صرف دینے کی تاثیر یا کسی میں دونوں موجود یعنی وہ دوسروں کو اثر انداز کرتا بھی ہے اور دوسروں سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے یہ دونوں خاصیت صرف انسان میں رکھی ہے اس لئے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات میں صرف اس کو اشرف اور معزز بنایا ہے۔ اس کے لئے پوری دنیا پیدا کی اور اس کو وہ عقل عطا کی جس سے دوسری مخلوقات محروم ہیں۔ اس بناء پر اس میں تاثر کا مادہ زیاہ رکھا گیا ہے۔ اس لئے وہ کسی بھی چیز سے جلد متاثر ہوتا بھی ہے اور متاثر کرتا بھی ہے، ظاہری شکل وصورت سے متاثر ہوتا ہے، حسن و جمال سے متاثر ہوتا ہے، فضل و کمال سے متاثر ہوتا ہے، عادات و اطوار سے متاثر ہوتا ہے، انعام و احسان سے متاثر ہوتا ہے، اخلاق و کردار سے متاثر ہوتا ہے۔ لیکن عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ایسی چیزوں سے متاثر ہو جو حقیقی اور دائمی ہو اور اللہ رب العزت کے پاس اس کا مقام بھی ہو یا وہ ایسا ذریعہ ہو جس کے نتیجے میں دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہو جائے، مالک کی رضا مندی نصیب ہو جائے، یہ حقیقی اور کام آنے والی تاثیر ہے۔ اس سے آدمی سنور جاتا ہے اور زندگی بدل جاتی ہے۔

انسان جس گھرانے میں پیدا ہوتا ہے، جس ماحول میں پرورش پاتا ہے، جس معاشرے میں سانس لیتا ہے، جن لوگوں کے ساتھ نشت و برخاست رکھتا ہے ان سے متاثر ہوتا ہے۔ ان کی چیزوں کو اپناتا ہے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس

کو اپنے لئے ماڈل سمجھتا ہے۔مشہور مقولہ ہے:صحبت صالح ترا صالح کند،صحبت طالح ترا طالح کند:یعنی اچھے کی صحبت تم کو اچھا بنادے گی اور برے کی صحبت تم کو برا بنادے گی۔صحبت اور معیت کو آدمی کے بناؤ اور بگاڑ میں بڑا دخل ہوتا ہے،بری صحبت اچھوں سے اچھوں اور بڑے سے بڑے متقی لوگوں کو بھی بگاڑ دیتی ہے اور غلط راستے پر ڈال دیتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے ماں باپ اور عالی مقام خاندان کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور اس کے برخلاف اچھی صحبت برے سے برے انسان کو صالح اور باخدا اور بڑے سے بڑے مجرم کو متقی اور پرہیزگار بنادیتی ہے،اور صالح اور متقی لوگوں کے فیض صحبت سے کمزور سے کمزور آدمی کے اندر بھی آہستہ آہستہ خدا کا خوف اور عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اپنی بداعمالیوں پر نادم ہوتا ہے،اسی لئے قرآن و حدیث میں اچھی صحبت اختیار کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور اچھی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:**یا أیھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین** (التوبہ،۱۱۹) ترجمہ:اے ایمان والو!اللہ سے ڈرتے رہو،اور سچوں کی معیت اختیار کرو۔نیز ارشاد باری ہے:**و اصبر نفسك مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ و العشی یریدون وجھه** (الکھف:۲۸) ترجمہ:روکے رکھو اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب کو اس کی رضا جوئی کی خاطر پکارتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:**عن أبی موسی الأشعری رضی اللّٰہ عنه أن النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم قال:انما مثل الجلیس الصالح الجلیس السوء کحامل المسك و نافخ الکیر،فحامل المسك اما أن**

یحذیك ، واما أن تبتاع منه، و اما أن تجد منه ریحا طیبة،و نافخ الکیر اما أن یحرق ثیابك، و اما أن تجد ریحا خبیثة۔

(صحیح البخاری) ترجمہ:حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مشک اٹھائے ہوئے ہو(یہ اچھے ساتھی کی مثال ہے)اور کوئی آگ کی بھٹی دھونکنے والا ہو(یہ برے ساتھی کی مثال ہے)پس مشک والا تم کو مشک دے دے گا یا تم خود اس سے خریدو گے یا پھر کم سے کم تم اس سے پاکیزہ خوشبو پاؤ گے،اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلادے گا یا پھر تم بدبو پاؤ گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:**عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنه أن النبی صلی علیه وسلم قال:الرجل علی دین خلیله،فلینظر أحدکم من یخالل** (سنن أبی داود:۴۸۳۳)

ترجمہ:حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے،پس تم میں سے ہر شخص کو ضرور دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

انسان تو انسان ہر چیز کی صحبت کا اثر ہوتا ہے۔اگر کپڑوں کے صندوق میں گلاب کا پھول بھر دیں۔ہفتہ بھر بعد جب نکالیں گے،سارے کپڑوں میں سے گلاب کی خوشبو آئے گی،تو کپڑا گلاب نہیں تھا،گلاب کے پھول کی صحبت حاصل کی،خوشبو ادھر بھی منتقل ہوگئی اور کپڑوں میں سے وہی خوشبو آنے لگی،جو گلاب کے پھول میں سے آئی تھی۔غرض ہر چیز کی صحبت کا اثر ہوتا ہے۔

اہل اللہ کے خطبات ومقالات اورسوانح وتذکرے دل کی دنیا کو بیدار کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔دل سے دنیا کی محبت زائل ہوجائے اورحق تعالیٰ شانہ کی عظمت و محبت سے دل معمور ہوجائے۔اس کے لئے اصل تو اہل اللہ کا فیض صحبت ہے جس سے علم وعمل میں رسوخ پیدا ہوتا ہے،علم کی حقیقت آشکارا ہوتی ہے اور مقصود علم سے آگاہی حاصل ہوتی ہے،قلوب کا زنگ دور ہوکر امراض باطنیہ کا احساس ہونا شروع ہوجاتا ہے اور یہی احساس ان کے ازالہ کا ذریعہ بن کر زینہ ترقی ثابت ہوتا ہے۔آج کے جدید دور میں صحبت ومعیت کی اہمیت کو حسی مثالوں سے اس طور پر نمایاں کردی ہے کہ اب اس کا انکار گویا واقعات کو جھٹلانا ہی نہیں بلکہ خود اپنی عقل وخرد کی ناکامی کا اعتراف بھی ہے۔

اہل اللہ کے قلوب سے اپنے قلب کی پیوند کاری سے اہل اللہ کا ذوق وشوق اور انکی باطنی کیفیات دل میں منتقل ہونا شروع ہوجاتی ہے اور اسی صحبت کے اثرات سے انسان کا قلب و قالب بدلتا چلا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔گویا تقوی کے حصول کا ذریعہ صادقین کی معیت ہے۔

چونکہ قرآن حکیم ابدی کتاب ہے اس کے تمام اوامر ونواہی بھی ابدی ہیں،تو اہل صدق کی معیت اختیار کرنے کا حکم بھی ابدی اور دائمی ہے۔الغرض اہل صدق ہمیشہ تھے اور ہوں گے۔ ہاں اس جنس گرانمایہ کی قلت و کثرت ہوسکتی ہے اور اہل طلب کو ڈھونڈنے سے کیا کچھ نہیں مل سکتا ؟

بہرحال صحبت صالحین کی اس قدر اہمیت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا چھوٹے سے چھوٹا عمل پوری امت کے تمام اعمال پر اسی لئے بھاری

ہے کہ وہ صحبت نبوی ﷺ سے ایسے باطنی کمالات حاصل کرچکے ہیں کہ جس کیفیت اور استغراق سے وہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز ونیام کا اظہار کرپاتے ہیں،وہ کسی ایسے شخص کے لئے ممکن نہیں جس نے صحبت نبوی سے حصہ نہ پایا ہو۔

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ ایک مقام پر فیض صحبت کی اسی تاثیر واہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

صحبت اولیاء میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہوجاتی ہے جس خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا،خواہ گناہ اور فسق وفجور سبھی کچھ اس سے وقوع میں آویں،لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے۔مردودیت تک کبھی نوبت نہیں پہنچتی۔ برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔نیز اگر ہمیشہ میسر نہ ہوتو گاہے گاہے سہی جب بھی موقعہ ہو۔ایک اور چیز اس کے قائم مقام بھی ہے جب کہ صحبت صالح سرے سے میسر ہی نہ ہوتو بزرگوں کے تذکرے اور حالات جن میں برقی اثر ہے کہ کیسا ہی کم ہمت آدمی ہو ان کو پڑھ کر ایک دفعہ تو مستعد ہو ہی جاتا ہے ان میں بھی صحبت کی سی برکت ہے۔اگر صحبت میسر نہ ہوتو اسی کو اختیار کرو بہت کام دے گی۔﴿خطبات حکیم الاسلام ج ۴﴾

اس کے علاوہ حدیث پاک میں سیکڑوں جگہ اچھی صحبت اختیا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔صحبت صالح کی اسی افادیت اور تاثیر کے پیش نظر صحابہ وتابعین اور سلف صالحین اس کی بڑی تاکید کرتے تھے اور اس کا ان کے یہاں بڑا اہتمام پایا جاتا تھا۔اسی لئے سلف کا معمول تھا کہ اپنے علم،فضل اور کمال کے باوجود اہل دل اور اصحاب قلوب کی

مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے اور اگر ان کی مجلسوں میں بیٹھنے کا موقعہ میسر نہ ہوتا تو افسوس کا اظہار کرتے تھے اور اس کے حصول کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **جالسوا التوابین فا نھم أرق شیئی أفئدة** (حلیۃ الاولیاء، مصنف ابن أبی شیبہ، کنزل العمال)

ترجمہ: توبہ کرنے والوں اور اللہ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والوں کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، اس لئے کہ ان کے دل بہت نرم ہوتے ہیں، یعنی اس سے تمھارے دل کے اندر بھی نرمی پیدا ہو جائے گی۔

اللہ تعالی نے اپنی مقدس کتاب جو پوری انسانیت کی کامیابی کا ضامن ہے اور پوری انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ ہے اس کو آسمان وزمین پر پیش کیا تو آسمان وزمین نے اس کو قبول نہیں کیا کیوں کہ ان دونوں میں وہ روحانی قوت وطاقت نہیں ہے جو اس کو برداشت کر سکے اسی کو اللہ تعالی نے اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے: **انا عرضنا الامانة علی السموات و الارض فا بین ان یحملنا ھا و اشفقنا منھا و حملھا الانسان انه کان جھولا** ﴿ا احزاب:۷۲﴾

ترجمہ: ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کا بوجھ اٹھالیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ظالم، بڑا نادان ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے آپ کو ایسی روحانی قوت سے نوازا تھا جس کا ہم کسی دوسرے انسان میں چاہے وہ نبی ہی کیوں نہ ہو تصور بھی نہیں کر سکتے چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے خدا کے حکم سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے یہ

سب اسی روحانی طاقت کے اثرات ہیں۔ اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں موجود ہیں حدیث اور سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اسی طاقت کی وجہ سے آپ ﷺ کی صحبت میں وہ تاثیر تھی کے ایک نظر سے دل کی کایا پلٹ جاتی تھی اسی صحبت نے بڑے بڑے سرکش اور جباروں کو اس مقام تک پہنچا دیا جس کا دنیا تصور نہیں کر سکتی اور وہ قیامت تک پوری انسانیت کے لئے نمونہ بن گئے۔ تاریخ گواہ ہے آج بھی پوری دنیا اسلام کو نہ ماننے کے باوجود ہر میدان میں ان کے اصولوں اور قانون کی صحت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ یہ صرف صحبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر کا نتیجہ۔ اسی صحبت کی برکت سے صحابیت کا وہ مقام حاصل ہوا جو قیامت تک بڑے سے بڑے متقی و پرہیزگار کو بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ سب صرف صحبت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے نیک صحبت اختیا کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ اور یہ چیز صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اسی بناء پر علماء اور مشائخ کا معمول رہا ہے کہ اپنی اصلاح ظاہر وباطن کے لئے اپنے بڑوں کے پاس بیٹھتے اور اپنے اخلاق کو سنوارتے اور اپنے اندر جو جو برائیاں ہیں اس کو نکالنے کی کوشش کرتے پھر دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرتے تو ان کی بات میں اتنی تاثیر ہوتی سامنے والے کا دل نرم پڑ جاتا اور وہ سیدھے راستے میں لگنے کی کوشش کرتا۔ صحبت اور تزکیہ کئے بغیر صرف نسبت حاصل کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اصل چیز صحبت کے ساتھ تزکیہ ہے۔

اللہ تعالی ہمیں بھی اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا بھی حشر صالحین اور صدیقین کے ساتھ ہو جائے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کے چند امتیازی خصوصیات

۱) حضرت کا بڑا وصف اخلاص وللّٰہیت ہے، بچپن ہی سے اللہ کا خوف غالب رہا اور ہمیشہ اسی میں بے چین رہتے ہیں۔ اسی طرح نام ونمود سے دور رہنے میں حضرت اوروں سے بہت ممتاز رہے۔ نیکی کر سمندر میں ڈال کے مقولے پر ہمیشہ عمل رہا ۔

۲) دوسرا نمایاں اور بنیادی وصف جو بڑے بڑے اکابر اور مشائخ کے اندر بھی شاذونادر پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ دین کی دعوت وتبلیغ میں صرف اللہ تعالی کی طرف بلانا مقصد رہا اس کے پیچھے کسی تحریک یا جماعت یا مکتب فکر کی طرف وابستہ کرنے کی فکر نہیں رہی۔ یا کسی تحریک کو وسعت دینا نہیں رہا صرف اللہ کی طرف بلانا اور عمل صالح کی ترغیب دلانا مقصود رہا۔ یہ آپ کا بہت ہی ممتاز وصف ہے۔

۳) تیسرا نمایاں وصف اپنے بڑوں اور چھوٹوں کا ادب وتعظیم آپ کا خاص وصف رہا۔ اسلام میں بڑوں کی تعظیم کی بڑی اہمیت ہے اور سلف اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ اس سے بڑی برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور انسانی زندگی پر اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ میں نے حضرت کو اس معاملے میں بہت ہی ممتاز پایا علاوہ ازیں حضرت اپنے سے چھوٹوں کا بھی اسی طرح ادب کرتے جس طرح بڑوں کا ادب کرتے ہیں اس میں کسی قسم کا فرق محسوس نہیں ہونے دیتے۔ یہ حضرت کا بہت ہی ممتاز وصف ہے۔

۴) چوتھا نمایاں وصف زہد واستغناء کے اعلی مقام پر آپ کا فائز ہونا ہے۔ زندگی کے کئی موقعوں پر بڑے سخت حالات سے دوچار ہوئے مگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اللہ رب العزت کی طرف نگاہ جمائے رکھا مگر بندوں کے سامنے دست سوال

دراز نہیں کیا۔

۵) پانچواں وصف امت کی فکر اور درد ہے آپ پر ہمیشہ امت کی فکر سوار رہتی اور اس کی اصلاح کی کوشش میں ہمیشہ لگے رہتے اور بے چین رہتے۔ اسی فکر نے آپ کو دینی کتابوں کے درس اور تعلیم کے جاری کرنے پر آمادہ کیا اور اس کے ذریعے جامعہ اسلامیہ کے قیام کی راہ ہموار ہوئی اور اس کے نتیجے میں ایسا تاریخی دینی اور علمی وسیع پیمانے پر انقلاب برپا ہوا کہ ماضی میں اس ساحلی خطے میں اس کی نظیر نہیں ملتی اس انقلاب کے ذریعے سے دینی مدارس کا سلسلہ جاری ہوا اور یہ سلسلہ ملکی سطح سے عالمی سطح پر چھا گیا۔

۶) چھٹا وصف حسن اخلاق اور حسن سلوک کے اعلی مقام پر فائز ہونا ہے۔ آپ سے زیادتی اور ظلم کرنے والے کہ ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے کے سامنے والا نرم پڑ جاتا۔ میں نے اس میں آپ کو مکمل اخلاق نبوی کا نمونہ پایا۔ آپ کے نزدیک تعریف اور تنقیص یکساں رہی۔

۷) ساتواں وصف تواضع اور انکساری اس میں آپ اعلی سے اعلی مقام پر ہیں ۔ اللہ کے لئے اپنے آپ کو مٹا دیا اور اپنی تعریف کو کبھی پسند نہ کرتے اور فرماتے اللہ تعالی کہ پاس اجر اصل چیز ہے۔

۸) آٹھواں وصف توکل ہے زندگی کے ہر موڑ میں اللہ رب العزت پر بھروسہ رکھتے۔ بندوں سے کسی طرح کی امید نہیں رکھتے۔ ہمیشہ پوری زندگی اللہ تعا لی کے بھروسے پر گزاری۔ یہ بھی آپ کا بہت ہی ممتاز وصف ہے۔

۹) نواں وصف اعتدال اور توازن ہے آپ نے پوری زندگی کسی تحریک

یا مکتب فکر سے مکمل اور منظم طور پر وابستگی کے ساتھ کام نہیں کیا ۔ اور کسی تحریک یا نظریہ کا چھاپ آپ پر غالب نہیں رہا۔ ہر تحریک اور مکتب فکر کے ساتھ برابری اور انصاف کا معاملہ کرتے اور سب کو دینی اعتبار سے دیکھتے۔اور ہر قسم کے تعصب سے بہت ہی دور رہتے۔

۱۰) دسواں وصف اللہ تعالی نے آپ کو دین کی خدمت کے لئے ھی پیدا کیا۔بچپن ہی سے آپ کے اندر خشیت الٰہی کا غلبہ رہا اور ہر وقت یہ فکر آپ پر سوار رہتی اور اس کے ساتھ امت کی اصلاح کی فکر بھی ہمیشہ سوار رہتی ۔اس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے جو انھوں نے عین شباب میں اپنے اکابر ومشائخ کے نام لکھا ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے اندر بچپن ہی سے اللہ کا خوف کتنا غالب تھا آپ ہمیشہ اسی کی فکر میں لگے رہتے کہ اللہ تعالی ناراض نہ ہو جائے ۔اور میں اللہ کا محبوب بندہ ہو جاؤں اسی کی فکر میں پھونک پھونک کر زندگی گذاری۔

۱۱) گیارھواں وصف آپ بچپن ہی سے ہر ایسے کاموں سے دور رہتے جو فتنہ وفساد کا باعث بنے۔اور ہر قسم کے جھگڑوں سے دور رہتے۔اور ہر ایسے کاموں کو چھوڑ دیتے جو جھگڑے کا باعث ہو۔

۱۲) بارھواں وصف آپ کو اللہ تعالی نے نباہنے کی صفت اعلی درجے کی عطا فرمائی ہے۔آپ نے ہندوستان کے ہر مکتب فکر اور تحریک سے وابستہ کئی بڑے بڑے کبار علماء اور مشائخ سے تعلقات کیا اور خط وکتابت کے ذریعے ہر ایک سے استفادے کا سلسلہ جاری رکھا اور یہ سلسلہ انکی وفات تک جاری رہا۔اور ہر ایک نے آپ سے بڑی محبت اور خلوص کا معاملہ فرمایا اور آپ کی مکمل خلوص اور محبت واکرام

کے ساتھ رہنمائی اور تربیت کیں۔اور آپ نے ہر ایک کا مکمل ادب واحترام کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو مٹا دیا جو ہر کسی کے بس میں نہیں ہے۔

۱۳) تیرھواں وصف آپ ہر قسم کے تخریبی کاموں سے بالکل دور رہتے ہیں۔کتنا بڑا دشمن یا حاسد ہو آپ اس کو اللہ پر چھوڑ دیتے لیکن اس کا انتقام یا اس کو کسی طرح کا نقصان پہنچانے کی فکر میں نہیں رہتے بلکہ اس کے ساتھ ہمدردانہ معاملہ کرتے۔اللہ تعالی نے آپ کے سینے کو کینہ سے اور کسی دوسرے کا برا چاہنے سے ہر طرح پاک کر دیا ہے۔

۱۴) چودھواں وصف آپ بچپن سے مسلسل تہجد،اشراق واوابین کے عادی رہے۔رات تین بجے اٹھکر نماز فجر تک تہجد اور ذکر اذکار میں مشغول رہنے کا ہمیشہ معمول رہا ہے۔

۱۵) پندرھواں وصف آپ حکومتی قوانین پر بھی مکمل عمل پیراہ رہے۔اس کی خلاف ورزی کرنا بہت بڑا جرم سمجھتے۔

۱۶) اپنے دوست واحباب کی بڑی فکر رکھتے اور ان کی کسی تکلیف پر بہت بے چین رہتے اور بار بار اس کی خبر لیتے۔اسی طرح کسی کے احسان پر اس کے لئے بار بار دعا کرتے اور ان کے احسان کو یاد کرتے۔

۱۷) سترھواں وصف آپ ہمیشہ آخرت کی فکر کے ساتھ اللہ تعالی کی ملاقات کے شوقین رہتے اور ہر وقت موت کی فکر اور اس کے انتظار میں رہتے اور یہ ولایت کی علامات میں سے ہیں۔حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبات جلد دوم میں فرماتے ہیں۔موت کی تمنا کرنا علامت ولایت ہے۔

اسی واسطے موت کی تمنا کرنا فی الحقیقت ولایت کی علامت بتلائی گئی ہے۔قرآن کریم میں ہے کہ یہود نے دعوے کیا تھا کہ ہم اولیاء اللہ ہیں،تو قرآن نے دعوے کیا کہ

قل یاایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللّٰہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صا دقین ﴿منافقون:٦﴾

ترجمہ:اگرتمہارادعوی یہ ہے کہ سارے لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست ہوتو موت کی تمنا کرواگرتم سچے ہو۔

توخودموت کی تمنا بھی ایک نعمت ہے۔اسی واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعافرمائی ہے:**اللھم حبب الموت الی من یعلم انی رسو لك** :اے اللہ ہراس شخص کے دل میں موت کی محبت ڈال دے جومیرے نبی ہونے کا قائل ہے۔اس لئے کہ موت ہی واسطہ ہے اللہ تک پہنچنے کا۔موت نہ ہوتو بندہ اللہ تک کیسے پہنچے گا تو موت ذریعہ ہے وصول الی اللہ کا۔اس لئے موت تحفہ بھی ہے،نعمت بھی ہے اور واسطہ بھی ہے بندہ کا اللہ سے۔اس لئے فرمایا کہ موت کی تمنا کرنا ولایت کی علامت ہے۔

اولیاءاللہ رات دن موت کی تمنا میں رہتے ہیں۔ان کی زبان پر تو یہ رہتا ہے۔
وہ کونسا مبارک دن ہوگا کہ اس اجڑے ہوئے دیار کو ہم چھوڑیں گے،اور شہر مطلوب میں پہنچیں گے،جہاں اللہ سے ہمارا رابطہ قائم ہوگا۔خدا کرے کہ وہ ساعت جلد آئے تو اولیاءاللہ کے دل میں تو (موت کی) تڑپ ہوتی ہے۔

الغرض حقیقت یہ ہے کہ ان تمام خصوصیات کا لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اندران اوصاف کو پیدا کرنے کی کوشش کرے پورے نہ صحیح کچھ نہ کچھ اوصاف

پیدا کرے جو جتنے اوصاف اپنے اندر پیدا کریگا وہ اتنا ہی اللہ کے نزدیک بڑا اور مقبول ہوگا۔اللہ تعالی کے نزدیک مقبولیت کا معیار صرف اور صرف نیک صفات اور اچھے اخلاق پیدا کرنا ہے۔آدمی جتنا وصف اپنے اندر پیدا کریگا اتنا ہی اللہ کے نزدیک مقبول اور بڑا ہوگا۔اور اعلی سے اعلی مقام پر فائز ہوگا۔ضرورت ہے آدمی اپنے اندر اعلی سے اعلی صفت پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالی کا مقبول اور محبوب ہوجائے۔اس کے برخلاف صرف دنیا کی عزت اور عھدے سے آدمی بڑا نہیں بنتا۔آدمی کتنا بڑا عھدا حاصل کرے اور دنیا میں کتنی بڑی عزت حاصل ہوجائے لیکن آدمی میں اچھے اخلاق اور اللہ کا خوف نہ ہو اور اعلی اوصاف نہ ہوں تو وہ سائے کی طرح ہے جب عھدا نکل جائے گا تو آدمی کی عزت بھی اس کے ساتھ ختم ہوجائے گی۔اس لئے اپنے اندر کچھ اچھے اوصاف پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو ہمیشہ کام آنے والے ہوں اور اللہ کے پاس اس کا مقام ہو وہ اوصاف ہی ترقی کی طرف لے جانے والے ہیں اور ان سے دنیا وآخرت دونوں میں عزت اور اعلی مقام حاصل ہوگا۔
اللہ تعالی نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو اعلی سے اعلی اوصاف سے نوازا ہے یہ اس کا فضل وکرم ہے جو جس کو چاہتا ہے دیتا ہے:**ذلك فضل اللّٰہ یو تیه من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم:تر جمه** : یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ارشادات عارف باللہ حضرت الحاج ڈاکٹر ملپا علی صاحب مدظلہ

۱)فرماتے: **الموت جسر یو صل الحبیب الی الحبیب** :موت ایک پل ہے، ایک واسطہ ہے۔ایک محبوب دوسرے محبوب سے ملنے کا ذریعہ ہے، محبوب حقیقی سے مل جانا ہے، یہ کوئی گھبرانے کی چیز نہیں ہے۔

۲)موت کوئی عیب چیز نہیں ہے۔بعض لوگ اس کو عیب سمجھتے ہیں موت ایک حتمی چیز ہے۔ **الموت تحفة المو من**:مومن کے لئے موت سب سے بڑا تحفہ ہے ۔

۳)روزی کمانے میں کبھی شرم محسوس نہیں کرنا چاہیے حلال طریقہ جو بھی ہو اس کو اختیار کرنا چاہیں۔

۴)میرے لئے خاتمہ کی دعا کیجئے اور اکثر موت کو یاد کرتے رہتے ۔جیسا کے حدیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے: **اکثروا ذکر ھا ذم لذات الموت** (ترمذی)لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو۔

۵)قبر اور عالم برزخ کے احوال معلوم کرنے میں رغبت رکھتے اور اس کے متعلق سوال کرتے۔

۶)تواضع اور خاکساری اختیار کرو اور نام ونمود اور طلب جاہ سے دور رہنے کی کوشش کرو۔حدیث میں ہے: **من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ** (شعب الایمان) جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کی اللہ تعالی کو بڑا کردیتے ہیں۔

۷)ہر خیر کا کام کرتے وقت نیت صرف اللہ کی رضا وخشنودی ہونی چاہیں۔نام ونمود کے لئے کرنے سے تمام اعمال باطل ہوجاتے ہیں۔حدیث میں ہے: **انما الاعمال بالنیات** (صحیح بخاری:۱) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے نیت جیسی ہوگی

اعمال کا بدلہ اسی طرح دیا جائے گا۔نیت اچھی ہوگی تو اعمال قبول ہونگے ورنہ ثواب کے بجائے عذاب ہوگا اس لئے ہر کام میں نیت صرف اللہ کی رضا وخوشنودی ہونی چاہیے اس سے دونوں چیزیں حاصل ہونگی۔دنیا میں بھی عزت ملے گی اور آخرت میں بھی کامیاب ہوگا۔

۸)علم دین حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل ضروری ہے۔عمل کے بغیر صرف علم بے کار ہے۔عمل ہی کے لئے علم حاصل کیا جاتا ہے، عمل اصل اور مطلوب ہے اور علم ذریعہ ہے علم کے بغیر عمل نہیں کرسکتے ۔اسی طرح اخلاق وتربیت اصل چیز ہے، اچھے اخلاق سے انسان انسان بنتا ہے، اور فرماتے: **تخلقو باخلاق اللہ**: اللہ تعالی کے رنگ میں رنگ جاؤ۔

اسی کو شاعر بھٹکل ڈاکٹر محمد حسین فطرت نے بہت ہی اچھے انداز میں بیان کیا۔

مجھکو یہ کہنے دو علم وفضل کس کا نام ہے
علم کہتے ہیں جسے وہ معرفت کا جام ہے

یہ کتابی علم جو ہے، جنت بے حور ہے
اور شرح صدر جو ہے، معرفت کا نور ہے

علم کا جو نور ہے ڈھیروں کتابوں میں نہیں
اور حقیقی نور مکتب کے نصابوں میں نہیں

قول رومی صد کتاب وصد ورق درنار کن
لازمی ہے، سینہ راازنور حق گلزار کن

تو تصوف کا مزا آہ سیرگاہی میں ڈھونڈ

قلب بینا کا گہر مت شاہی میں ڈھونڈ

۹) ہمیشہ سادہ زندگی اختیار کرو اور عیش و آرام کی زندگی سے دور رہو ۔حدیث پاک میں ہے **لا عیش الا عیش الآ خرۃ** (بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد) عیش و آرام نہیں ہے مگر آخرت میں ۔

۱۰) ہمیشہ خرچ میں میانہ روی اختیار کرو اس سے تنگی کے وقت پریشانی نہیں ہو گی ۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: **والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا وکان بین ذ لک قواما**﴿الفرقان:۶۷﴾

ترجمہ: اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کا طریقہ اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال طریقہ ہے۔

۱۱) دنیا عارضی جگہ ہے اور آخرت باقی رہنے والی جگہ ہے۔ **الدنیا فانیۃ و الآ خرۃ باقیہ**: اس کا بار بار تکرار کرتے رہتے ۔اللہ تعالی فرماتا ہے: **قل متاع الد نیا قلیل** اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

والآ خرۃ خیرو ابقی۔

۱۲) تہجد کی ابھی سے عادت ڈالو اگر چہ دو رکعت کیوں نہ ہو اس کی بڑی فضیلت ہے اس کے زندگی پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۱۳) لڑائی جھگڑے سے بہت دور رہو، یہ دین کو برباد کر دیتی ہے اگر چہ کوئی آپ سے الجھے تو بھی در گزر کرو معاملے کو نہ بڑھاؤ اس کو اللہ کے حوالے کرو۔اللہ تعالی فرماتا ہے: **والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللّٰہ یحب المحسنین**﴿ال عمران:۱۳۴﴾

ترجمہ: اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

۱۴) ہر کام کی ابتداء یا آغاز سادگی اور چھوٹے پیمانے پر ہونا چاہیئے پھر آھستہ آھستہ ترقی کرنا چاہیں اس سے وہ چیز پائیدار ہوتی ہے۔

۱۵) اگر خدانا خواستہ طبیعت ناساز ہو جائے تو ہسپتال ہرگز داخل نہیں کرنا چاہے گھر ہی پر علاج معالجہ کرنا چاہیں اس لئے کہ آدمی جب ہسپتال میں ہوتا ہے تو اس کو غیر مسلموں سے واسطہ پڑتا ہے اور قسم قسم کے آلات شفاء لگائے جاتے ہیں اور جب انسان کا وقت موعود آجاتا ہے تو وہ کلمہ شہادت کی دولت سے بھی محروم رہتا ہے اس لئے مجھے گھر ہی میں رکھنا ہے اور کلمہ شہادت کے ساتھ رخصت ہونا ہے جس کا ہر انسان محتاج ہے۔حدیث میں وارد ہے: **من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللّٰہ د خل الجنۃ**﴿ابوداود،ترمذی،مسند احمد،ابن حبان،مسند بزار﴾

ترجمہ: جس کا خاتمہ کلمہ شہادت پر ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۱۶) جو اللہ والوں اور نیک لوگوں کے خلاف اپنی زبان کو استعمال کرتا ہے اور ان کی بےعزتی کرتا ہے اور ان کا مزاق اڑاتا ہے تو اللہ تعالی اس کو دنیا ہی میں پریشان اور برباد کرتا ہے اور سوء خاتمہ کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔اللہ حفاظت کرے۔ایسے لوگوں کے خلاف اللہ تعالی کی طرف سے اعلان جنگ ہے حدیث قدسی میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: **من عادی لی و لیا فقد آ د نتہ بالحرب۔** (صحیح بخاری:۶۵۰۲،باب التواضع) ترجمہ: جو میرے دوست کے ساتھ دشمنی رکھے گا میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اللہ حفاظت کرے۔آمین

۱۷) اللہ والوں اور اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور اپنی نشست و برخاست نیک لوگوں کے ساتھ رکھو اس سے انسان کی زندگی پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں چونکہ حکم خداوندی بھی یہ ہی ہے **یا یھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین﴿ تو بہ :۱۱۹﴾**

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔

۱۸) امانت بڑی چیز ہے۔خصوصا ملازمت کے دوران امانت اصل چیز ہے۔اس سے انسان ترقی کرتا ہے اور آخرت میں بھی اجر ملتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے: **عن انسِ بْن مالك رضی اللّٰه عنه قال:ما خطبنا بنی اللّٰه الا قال:لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له) ﴿مسند احمد﴾**

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو ایک خطبے میں فرمایا: جس میں امانت داری نہ ہو اس میں ایمان نہیں ہے اور اس دین کا اعتبار نہیں جس میں عھد و پیماں نہ ہو۔

۱۹) ہر کام سے مقصود رضاء الٰہی ہونا چاہیں پس اس غرض سے جو کام ہوگا وہ مخلصانہ ہوگا بڑی دکھ اور افسوس کی بات ہے آج کل دینی خدمت کرنے والوں میں بھی اخلاص کی کمی آگئی ہے۔اگر اخلاص ہے تو اسباب کے نہ ہوتے ہوئے بھی وہ چیز یا ادارہ ترقی کرتا ہے۔اور اگر اخلاص نہیں ہے تو وہ اسباب کے ہوتے ہوئے بھی دن بدن زوال کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کی ترقی ختم ہو جاتی ہے۔

۲۰) شریعت پر عمل بدون اخلاص مقبول نہیں ہیں اور اخلاص اگر شریعت کے مطابق

نہیں تو وہ بھی قبول نہیں ہے۔یہ بات حقیقت ہے کہ **کلّکم ھالکون الا العالمون، العالمون ھالکون الاالعاملون، العاملون ھالکون الا المخلصون**: تمام لوگ ھلاک ہونے والے ہیں مگر عالم، عالم ھلاک ہونے والے ہیں مگر عامل، عامل ھلاک ہونے والے ہیں مگر مخلص۔

۲۱) خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو بڑی کامیابی ہے اور ہمیشہ ہمیش کی راحت ہے اور اگر اللہ نہ کرے کسی کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو جائے تو اس سے کتا بہتر ہے اس لئے کہ اس کو حساب و کتاب نہیں ہے اور اس کے برخلاف انسان کو حساب و کتاب ضروری ہے اور نجات کے لئے ایمان شرط ہے اس میں کامیاب ہوئے تو جنت اور ہمیشہ ہمیش راحت ہے۔

۲۲) شہر کے حالات سے باخبر رہنا چاہے اور ہر مسلمان کی ہر طرح فکر کرنی چاہے اور اس میں دلچسپی لینی چاہیں۔حدیث میں وارد ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مسلمانوں کے مسائل و معاملات کو اہمیت نہ دے اور ان کے لئے فکر نہ کرے وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔جو صبح و شام اللہ تعالی، ان کے رسول، ان کی کتاب، ان کے امام، یعنی خلیفہ وقت اور عام مسلمانوں کا مخلص اور وفادار نہ ہو یعنی جو شخص دن رات میں کسی وقت بھی اس خلوص اور خیر خواہی سے خالی ہو وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔﴿ترغیب،الطبرانی﴾

۲۳) کسی کے اندرونی معاملے میں مت پڑو اگر وہ خود خوائش کرے تو اور بات ہے۔

۲۴) علم دین کے ساتھ تزکیہ نفس بہت ضروری ہے۔ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو، اگر کسی اللہ والے کے پاس اپنے نفس کی اصلاح نہ کرائے، تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۲۵) علم دین اور نور نبوت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ علم دین کتابوں سے حاصل ہوتا ہے اور نور نبوت تربیت یافتہ وصحبت یافتہ مشائخ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۶) اکثر مولانا جلال الدین رومی کا یہ شعر پڑھتے: قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کامل پامال شو۔ یعنی گفتار کا غازی مت بن، کردار کا غازی بن اور اپنے سے بڑوں کے سامنے چھوٹا بن کے رہ۔ انسان کو چاہئے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے خود اس پر عمل کرے۔ اس کیلئے اپنے استاد اور شیخ کے سامنے چھوٹا بننا ضروری ہے۔

۲۷) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کے مواعظ وملفوظات ضرور پڑھا کرے۔ اس میں بہت سی علمی، اصلاحی اور حکمت کی باتیں ہیں۔

۲۸) نام ونمود اور شہرت سے بہت اجتناب کرنا چاہئے۔ اس سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے: **عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال :قال رسو ل اللہ ﷺ من سمّع سمّع اللّٰہ بہ ومن رآئی رآئی اللّٰہ بہ**

﴿صحیح مسلم، شعب الایما ن للبیھقي، سنن نسائی،صحیح ابن حبان﴾

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی نیکی اس غرض سے کی کہ لوگ سنیں اور اس کی شہرت ہو تو اللہ تعالی قیامت میں اس کو مشہور کرے گا اور اس کو رسوا کرے گا اور جو اللہ کے لئے عمل کریگا تو اللہ تعالی اس

کی جزا دے گا۔

۲۹) کہ اداروں کو بھی شہرت و نام ونمود سے ضرور بچنا چاہئے۔ تعلیم اچھی ہوگی اور اخلاص ہوگا تو خود بخود شہرت ہوجائے گی۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: **ان اللّٰہ لا یضیع اَجر المحسنین۔**

۳۰) کہ اپنے بڑوں کا ادب ضرور کرے بے ادبی سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ خصوصا اللہ والوں کی بے ادبی سے دین و دنیا کا نقصان ہوتا ہے۔ با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب: ادب کرنے والا خوش نصیب ہوتا ہے اور ادب نہ کرنے والا بد بخت ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے: **عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ قال:قال رسول ﷺ : لیس منا من لم یرحم صغیرنا و لم یوقر کبیرنا ﴿ سنن ترمذی، مسند احمد ، الاد ب المفرد﴾**

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا اکرام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۳۱) قرآن کریم کی آیت کریمہ: **کل نفس ذائقة الموت** ﴿ال عمران:۱۸۵﴾

ترجمہ: ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

اس آیت کو اکثر پڑھتے رہتے اور فرماتے ہر ذی روح کو موت کا مزا چکنا ہے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔

۳۲) فرماتے: قرآن کریم کی آیت کریمہ: **کلّ من علیھا فان و یبقی وجہ ربك ذوالجلال و الاکرام** ﴿ رحمن :﴾

ترجمہ:اس زمین میں جو کوئی ہے فنا ہونے والا ہے اور صرف تمہارے پروردگار کی جلال والی فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی۔

یہ آیت جلالی ہے اس میں اللہ تعالی کے جلال کا تذکرہ ہے اس میں شان جلالی کا ظہور ہوتا ہے اور اس کا بار بار تکرار کرتے رہتے اور ۳۳) فرماتے ہر چیز انسان و جنات ،فرشتے ، جمادات ،نباتات اللہ کے سوا پوری کائنات فنا ہو جائے گی صرف اللہ رب العزت کی ذات باقی رہے گی۔

۳۴) دل کی بیماریوں میں طلب جاہ بہت خطرناک بیماری ہے۔اگر اس بیماری سے بڑا بننے کی چاہت پیدا ہوجائے تو انسان ہر وقت اسی کے حاصل کرنے میں لگ جاتا ہے پھر ہر جگہ عہدے کے چکر میں رہتا ہے پھر اس کے نتیجے میں دین کی اور اپنی اصلاح کی کوئی فکر نہیں رہتی دنیا میں تو چند دن عزت اور شہرت ملتی ہے لیکن آخرت میں تو خسارہ ہی خسارہ ہے۔اللہ حفاظت کرے۔آمین

۳۵) روزگار کے لئے روزانہ اذا جاء نصر اللہ والفتح (پوری سورت) بعد نماز فجر ۲۱ ، بعد نماز ظہر ۲۲، بعد نماز عصر ۲۳، بعد نماز مغرب ۲۴، اور بعد نماز عشاء ۲۵ مرتبہ پڑھیں تو انشاء اللہ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ ضرور روزگار کے مواقع فراہم کرے گا۔

۳۶) دین پر استقامت بڑی چیز ہے۔آدمی کوئی بھی اچھا عمل کرے اس کو ہر دن معمول بنانا چاہیے اگر چہ کہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو لیکن مداومت اصل چیز ہے۔یہی مطلوب شرعی ہے حدیث میں ہے:**احب الا عمال الی اللّٰہ ادو مھا و ان قل** ﴿**بخاری،مسلم،نسائی،مسند احمد**﴾ :اللہ تعالی کے نزدیک اعمال میں

پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر مداومت ہو اگر چہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔اس لئے کوئی بھی سنت ہو اس پر آخیر دم تک قائم رہنا اصل چیز ہے۔اللہ تعالی ہمیں دین پر استقامت کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۷) اللہ تعالی سے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگا کرو ،اللہ تعالی خود اپنے بندوں کو بھلائی مانگنے کی تعلیم دیتا ہے۔قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے: **و منھم من یقول ربنا آ تنا فی الدنیا حسنہ و فی الآ خرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار** ﴿**بقرہ:۲۰۱**﴾

ترجمہ:اور انہی میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا۔

۳۸) دنیا میں جب تک زندہ رہے اللہ تعالی کے علاوہ کسی کا محتاج بن کر نہیں رہنا چاہے بندے کے سامنے اپنی محتاجی ظاہر کرنے سے آدمی ذلیل ہوتا ہے اور اللہ کے سامنے محتاجی ظاہر کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے ۔بے نیازی کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

۳۹) قرآن پاک کی آیت: **وما لحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور** ﴿**حدید: ۲۰**﴾

ترجمہ:اور دنیا والی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اکثر پڑھتے رہتے اور اس کا بار بار تکرار کرتے اور اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے متاع کے معنی پرانی کتابوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ متاع اس کپڑے

کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی صفائی کے لئے استعمال کیا جائے۔یعنی اللہ تعالی کے نزدیک دنیا کی حقیقت اس کپڑے کی طرح ہے جس کپڑے کی قیمت انسان کے نزدیک کچھ نہیں ہے وہ پھینکنے کے قابل ہوتا ہے اس کو کوئی بھی شخص مفت لینے کے لئے تیار نہیں ہوتا اسی طرح دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک اس سے کم ہے۔

۴۰) کبھی کبھار آپ کے معانداور حاسد کا آپ کے سامنے کوئی تذکرہ کرتا یا آپ کی شان میں پیٹھ پیچھے گستاخی اور توہین کرنے والے کا تذکرہ کرتا تو فرماتے اس کے پیچھے مت پڑو اللہ تعالی پر اس کو چھوڑ دو اور فرماتے کسی کے کچھ کہنے سے کوئی نہ بڑا ہوتا ہے یا چھوٹا ہے اصل چیز عمل اور تقوی ہے اگر میری وجہ سے کسی کو تکلیف ہوئی ہے تو وہ مجھے معلوم کرائے میں معافی مانگتا ہوں اور اگر کوئی میرے خلاف بے کار غیبت کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کا حافظ ہے اس کو للہ تعالی کے حوالے کرنا چاہے ۔

۴۱) ذریعہ معاش کے لئے ۳۶۰ مرتبہ یا باسط روزانہ دن میں دو مرتبہ بعد فجر اور بعد مغرب پڑھنے کا معمول رکھئے۔

۴۲) دنیا عارضی گھر ہے۔ یہ ایک گزرگاہ ہے۔اس سے دل لگانا اور اس کو اصل گھر سمجھنا بے وقوفی اور نادانی کی بات ہے۔اور اس کے برخلاف آخرت دائمی اور ہمیشہ ہمیش رہنے والی جگہ ہے۔حدیث میں آتا ہے:**کن فی الدنیا کأنك غریبا أو عابر سبیل** (مسند احمد،بخاری،ترمذی): دنیا میں مسافر یا راہ گیر کی طرح زندگی گذارو۔

۴۳) حلال کمائی اصل چیز ہے اس پر پوری عبادت کی مقبولیت کا مدار ہے۔حلال روزی تھوڑی ہی صحیح اس پر قناعت کر کے زندگی بسر کرنا اصل چیز ہے۔لیکن حرام

کمائی سے بہت بچنا ضرردری ہے اس سے دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور جب حرام پیٹ میں جائے تو عبادت میں دل نہیں لگے گا اور آدمی خیر اور شر میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوجائے گا۔حدیث میں آتا ہے

۴۴) ہر قسم کے تخریبی کاموں سے دور رہو اس سے دین برباد ہوجاتا ہے اور کیا ہوا عمل ضائع ہوجاتا ہے اور آدمی اسی کے فکر میں رہتا ہے کہ کب کس کو نقصان پہنچایا جائے۔

۴۵) فرماتے: اسباب اختیار کرنا ہمارا کام اور اس کو تاثیر دینا اللہ کا کام ہے اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اسباب کو اختیار کرو اس لئے ہم اسباب اختیار کرتے ہیں لیکن یقین اللہ پر کرنا ضروری ہے اسباب پر یقین نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ اسباب فی نفسہ اصل نہیں ہے۔اثر پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالی کی ذات ہے۔

(۴۶) نوائطی زبان میں یہ شعر پڑھتے اور دعا کرتے رہتے ایمان وراللہ تو موجوں خاتمہ کر،موتہ چی سختی اللہ تو موجی آسان کر،اپلے نیک بندہ بتھر ماکاک شامل کر،جس کا ترجمہ یہ ہے اے اللہ تو میرا خاتمہ تو ایمان پر کر اور موت کی سختی تو میری آسان کر اور اپنے نیک بندوں میں مجھے شامل کر۔

(۴۷) دعا کرتے وقت تمام مسلمانوں کے لئے دعا مانگنا چاہیے۔خصوصا ایمان پر خاتمہ کے لئے تمام مسلمانوں کو شامل کرنا ہے کے ہر مسلمان کا خاتمہ ایمان پر ہوجائے۔کسی قسم کا تعصب نہیں کرنا ہے اس لئے کے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

(۴۸) حالیؒ کا یہ شعر بار بار پڑھتے۔

کرومہربانی اہل زمین پر   خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اورفرماتے آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی اور فکر کرنا چاہیے۔ یہ اصل اور بڑی ثواب کی چیز ہے۔حدیث میں اس کی ترغیب اور تاکید کی گئی ہے۔حدیث میں آتا ہے۔

الراحمون یر حمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء﴿سنن ابی داود﴾

ترجمہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن کی رحمت ہوتی ہے اگر تم زمین والوں پر رحم کروگے تو آسمان والا تم پر رحم کریگا۔

(۴۹) کسی چیز کی ناواقفیت کی بناء پر اس کے وجود کا انکار مت کرو۔یعنی اگر آپ کو کوئی مسلہ یا کسی چیز کے متعلق معلومات نہیں ہے تو صاف کہو کے مجھے معلوم نہیں ہے لیکن اس کے وجود کا انکار مت کرو۔ یا اس کی غلط اور بیکار تاویل مت کرو۔

انسانیت نام ہے علم ومعرفت کا

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ فرماتے ہیں۔

بداخلاق آدمی درحقیقت آدمیت کی صورت ہوتا ہے، آدمی نہیں ہوتا۔ اور بالکل ان پڑھ جاہل آدمی جسکو کوئی پتا نہیں ایمان کا، تو اسکی صورت آدمی کی ہوتی ہے، وہ آدمی نہیں ہوتا۔آدمیت نام اس صورت کا نہیں ہے دوآنکھیں ہو، ایک ناک ہو، دوکان ہو، یہ آدمی نہیں۔آدمیت نام ہے اندرونی حقیقت کا، کہ اس میں علم ہو، اپنے مالک کو پہچانتا ہو، اس کے حقوق ادا کرے، اپنے انجام کی خبر رکھتا ہو، ایک دن اس دنیا سے گزرنا ہے، اپنے پروردگار کے سامنے جاکر جوابدہ ہونا ہے۔ یہ جب تک دل میں نہ ہو، وہ انسان نہیں ہے۔تو آدمیت بنتی ہے علم سے اور اخلاق سے۔

مولانا (جلال الدین) رومیؒ نے کہا۔

گربصورت آدمی انسان بُدے   احمد و بوجہل ہم یکساں بُدے

اگر صورت سے آدمی انسان ہوتا تو ابوجہل اور محمدﷺ بظاہر ایک تھے۔تو صورت کے لحاظ سے دونوں میں ایکسانیت۔مگر حقیقت دیکھو تو حضور کی حقیقت عرش تک پہنچی ہوئی ہے، اور ابوجہل کی حقیقت تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی ہے۔اس میں کفر ہے، ایمان نہیں، اس میں جہالت ہے، علم نہیں، اس میں معرفت نہیں، تو اس میں انسانیت نہیں۔

انسانیت نام ہے علم کا، معرفت کا، اپنے انجام کو پہچاننے کا، حقوق کے ادا کرنے کا، اپنے مالک کے حقوق کوالگ ادا کرنا، اپنے گھر والوں کے حقوق کوالگ ادا کرنا، بیوی کے حقوق خاوند کوادا کرنا اور خاوند کے حقوق بیوی کوادا کرنا، بہنوں کے حقوق بہنوں کوادا کرنا، پڑوسیوں کے حقوق پڑوسیوں کوادا کرنا۔جب تک اس میں علم نہیں، حقوق کی ادائیگی کیسے ہوگی۔علم ہی بتائے گا کہ اللہ کا یہ حق ہے، بندہ کا یہ حق ہے، باپ کا یہ حق ہے، استاذ کا یہ حق ہے، بیوی کا یہ حق ہے، شوہر کا یہ حق ہے، ان سب کی تفصیلات موجود ہیں۔اوراسی کے مجموعہ کا نام شریعت ہے۔تاکہ ادائیگی حقوق پر قادر ہوجائے آدمی۔علم حاصل کرے حقوق کا، جیسا کہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا۔ **وَإِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَإِنَّ لِأَهْلِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَأَفْطِرْ** تم پر تمہاری نفس کا بھی حق ہے، تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، تم پر تمہارے باپ کا بھی حق ہے، تم

پر تمہارے خدا کا بھی حق ہے، روزہ بھی رکھوتا کہ خدا کا حق ادا ہو، شادی بھی کروتا کہ نفس کا حق ادا ہو، مسجد میں بھی جاؤ تا کہ عبادت کا حق ادا ہو، گھر میں آرام بھی کروتا کہ اپنی راحت کا بھی حق ادا ہو۔ ان سارے حقوق کو ادا کرنے کا نام ہے اسلام، اور یہ موقوف ہے علم پر، علم نہ ہوگا تو ہمیں ہمارے حقوق کا پتا نہ چلے گا۔ او راسکی ادائیگی کیسے کریں گے، اور جب حق ادا نہیں کریں گے تو ہمارے اخلاق کیسے درست ہونگے، ہمارا علم کیسے کھلے گا۔ (مدرسہ اینٹ و پتھر کا نام نہیں ہے ۔مرتب والد محترم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قاسمی بھٹکلی مدظلہ)

روحانی مدرسہ (تزکیہ نفس) کیا ہے

دین کا ایک نہایت ہی اہم شعبہ تزکیہ نفس و احسان بالفاظ دیگر سلوک و تصوف ہے۔اس کے بغیر بندہ کا دین کامل نہیں ہوسکتا اور حلاوت ایمان نصیب نہیں ہوسکتی۔ یہ ایک روحانی اور باطنی مدرسہ ہے جہاں پر روح کو پاکیزہ بنایا جاتا ہے، اس کو منور کیا جاتا ہے۔ خالق اور بندے کے درمیان حقیقی رشتہ پیدا کیا جائے۔ آدمی کے اندر اخلاق حمیدہ کو پیدا کیا جاتا ہے۔ اور اخلاق سیہ سے اس کا دل پاک کیا جاتا ہے۔ دل کی صفائی کی جاتی ہے۔ مہلک تمام بیماریوں حسد، بغض، کینہ، حرص، کبر، حب جاہ، سے دل کو پاک کیا جاتا ہے۔ روح کو غذا بخشی جاتی ہے۔ فاسد مادے سے دل کو پاک کیا جاتا ہے۔ باطن کو منور کیا جاتا ہے۔ خالق اور بندے کے درمیان روحانی سلسلے کی کڑی کو پرو دی جاتی ہے۔ پھر اس کے نتیجے میں عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آخرت کی فکر ہر وقت سوار رہتی ہے۔ حقیقی انسان بنتا ہے۔ باطنی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ عبادت میں روحانی مزا نصیب ہوتا ہے۔ اس سے روح کو راحت ملتی ہے اور دل کو سکون پہنچتا ہے۔ خالق اور بندے کا درمیان روحانی نسبت جوڑ دی جاتی ہے۔ باطنی احوال منکشف ہوتے ہیں۔ دل کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ معرفت خداوندی نصیب ہوتی ہے۔ بندہ خالق کا محبوب ہوجاتا ہے۔ یہ روحانی اور باطنی سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جاملتا۔ وہاں سے روحانی نسبت منتقل ہوتی رہتی ہے۔ الحمدللہ حضرت ڈاکٹر صاحب اس مدرسے کے تربیت یا فتہ ہیں اور مختلف مشائخ اور کبار علماء سے اس کی سند آپ کو حاصل ہے۔ اور آپ کو مختلف اہل دل کی طرف سے خاص نسبتیں بھی حاصل ہیں۔ اس روحانی نسبت کی فہرست نقل کی جارہی ہے۔

فہرست سلسلہ بیعت جو حضور ﷺ تک پہنچتا ہے

نام مشائخ	وفات	مدفن
۱) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	۱۱/ہجری	مدینہ منورہ
۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۳/ہجری	مدینہ منورہ
۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۲۴/ہجری	مدینہ منورہ
۴) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۳۵/ہجری	مدینہ منورہ
۵) حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ	۴۰/ہجری	کوفہ
۶) حضرت حسن بصریؒ	۱۱۰/ہجری	بصرہ
۷) حضرت عبدالواحد بن زیدؒ	۱۷۶/ہجری	بصرہ
۸) حضرت فضیل بن عیاضؒ	۱۸۷/ہجری	مکہ مکرمہ
۹) حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ	۱۶۶/ہجری	ملک شام
۱۰) حضرت حذیفہ مرعشیؒ	۲۵۲/ہجری	بصرہ
۱۱) حضرت امین الدین ابوہبیرہؒ	۲۷۵/ہجری	بصرہ
۱۲) حضرت ممشاد علی دینوریؒ	۲۹۹/ہجری	دینور
۱۳) حضرت ابواسحاق شامیؒ	۳۲۹/ہجری	عکہ شام
۱۴) شیخ ابواحمد چشتیؒ	۳۵۵/ہجری	چشت
۱۵) شیخ ابومحمد چشتیؒ	۴۱۱ھ ہجری	چشت
۱۶) شیخ ناصر الدین ابویوسف چشتیؒ	۴۴۰ھ ہجری	چشت
۱۷) شیخ قطب الدین مودود چشتیؒ	۵۲۷ھ ہجری	چشت
۱۸) شیخ حاجی شریف زندنیؒ	۵۸۴ھ ہجری	زندانہ بخارا
۱۹) شیخ عثمان ہارونیؒ	۶۱۷ھ ہجری	مکہ مکرمہ
۲۰) شیخ معین الدین چشتیؒ	۶۳۳ھ ہجری	اجمیر، راجھستان، ہند
۲۱) شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ	۶۶۳ھ ہجری	دہلی، ہند
۲۲) شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ	۶۶۹ھ ہجری	پاک پٹن، پاکستان
۳۳) شیخ علاء الدین علی صابرؒ	۶۹۰ھ ہجری	کلیر، یوپی، ہند
۳۴) شیخ شمس الدین ترکیؒ	۷۱۶ھ ہجری	پانی پت
۳۵) شیخ جلال الدین پانی پتیؒ	۷۶۵ھ ہجری	پانی پت
۳۶) شیخ عبدالحق ردولویؒ	۸۳۷ھ ہجری	ردولی
۳۷) شیخ عارف بن عبدالحق ردولیؒ	۸۷۲ھ ہجری	ردولی
۳۸) شیخ محمد بن عارف ردولیؒ	۸۹۸ھ ہجری	ردولی
۳۹) شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ	۹۴۰ھ ہجری	گنگوہ، ہند
۴۰) شیخ جلال الدین تھانیسریؒ	۹۸۹ھ ہجری	تھانیسر
۴۱) شیخ نظام الدین تھانیسریؒ	۱۰۳۵ھ ہجری	بلخ
۴۲) شیخ ابوسعید گنگوہیؒ	۱۰۴۰ھ ہجری	گنگوہ
۴۳) شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ	۱۰۵۸ھ ہجری	الہ آباد، ہند
۴۴) شیخ محمدی امروہیؒ	۱۱۰۷ھ ہجری	اکبر آباد، ہند
۴۵) شیخ عضد الدین امروہیؒ	۱۱۷۲ھ ہجری	امروہہ، ہند
۴۶) شیخ عبدالہادی امروہیؒ	۱۱۹۰ھ ہجری	امروہہ، ہند

۴۷)	شیخ عبدالباری امروہیؒ	۱۲۲۶ھ ہجری	امروہہ، ہند
۴۸)	شیخ عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ	۱۲۴۶ھ ہجری	پنجتار
۴۹)	شیخ نور محمد جھنجھانویؒ	۱۲۵۹ھ ہجری	جھنجھانہ
۵۰)	شیخ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ	۱۳۱۷ھ ہجری	مکہ مکرمہ
۵۱)	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۳۶۲ھ ہجری	تھانہ بھون، ہند
۵۲)	حضرت مولانا وصی اللہ فتحپوریؒ	۱۳۸۷ھ ہجری	بحر عرب
	و حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ	۱۴۲۶ھ ہجری	ہردوئی، ہند

۵۳) حضرت الحاج ڈاکٹر علی صاحب ملپا مدظلہ، طیبہ منزل، شمس الدین روڈ، نوائط کالونی، بھٹکل، کرناٹک، ہندوستان